ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3956

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: جامع ترمذی وشمائل ترمذی (طہارت، نماز اور شمائل نبوی ﷺ) (3956) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت سٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 5-9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 0

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: نمازِ کسوف اور نمازِ استسقاء کے احکام (20 نمبر)

سوال نمبر 1: سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں نماز کسوف اور استسقاء کی نماز کے احکام بیان کریں۔ (20)

تعارف

سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ہیں اور بارش اس کی رحمت کا سب سے ظاہر مظہر ہے۔ دین اسلام نے ان آسمانی و موسمی حالات کو بھی عبادت سے جوڑ دیا ہے: گرہن لگے تو نمازی خوف و خشیت کے ساتھ نماز کسوف کی طرف دوڑتا ہے اور قحط پڑے تو عاجزی کے ساتھ نماز استسقاء کے لیے کھلے میدان کا رخ کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ان دونوں نمازوں کا باقاعدہ عمل موجود ہے اور جامع ترمذی کے ابواب الصلاۃ میں ان کے ابواب قائم کر کے روایات نقل کی گئی ہیں۔ اس جواب میں پہلے نماز کسوف کا مفہوم، اس کا پس منظر، طریقہ اور احکام، پھر نماز استسقاء کا مفہوم اور طریقہ بیان کیا جائے گا، اور آخر میں دونوں نمازوں کا تقابلی خلاصہ پیش کیا جائے گا تاکہ طالب علم ان موقعوں کی سنت کو عملی زندگی میں اپنا سکے۔

نمازِ کسوف: مفہوم اور شرعی پس منظر

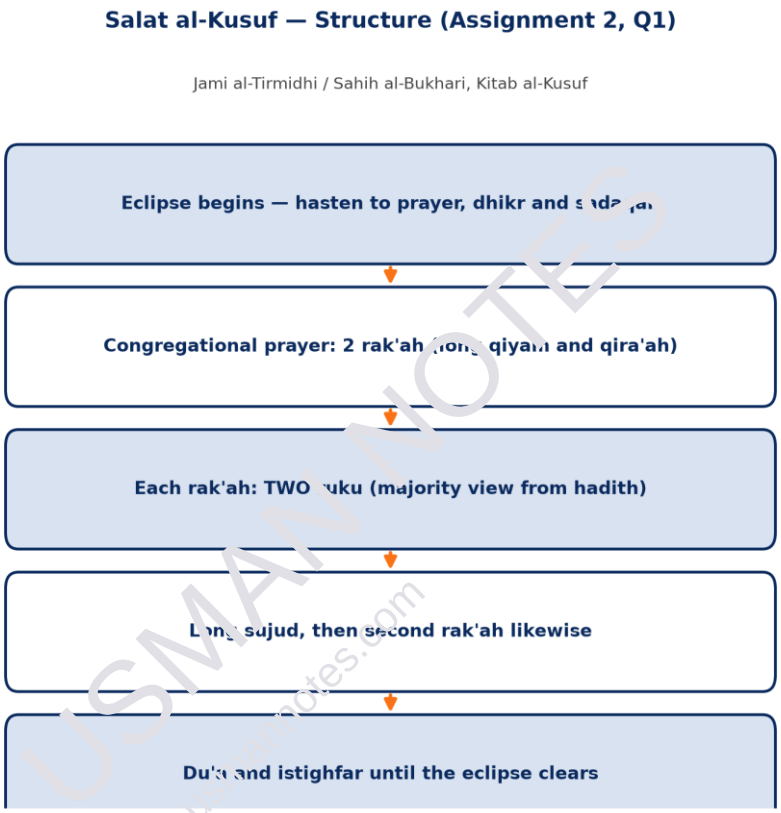
کسوف کے لغوی معنی سورج کی روشنی کا ماند پڑنا یا چھپنا ہے۔ شرعی اصطلاح میں سورج گرہن کو کسوف اور چاند گرہن کو خسوف کہا جاتا ہے، اگرچہ عام استعمال میں دونوں لفظ ایک دوسرے کی جگہ بھی آتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج گرہن واقع ہوا اور اتفاق سے اسی دن آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ لوگوں میں یہ بات پھیل گئی کہ گرہن ان کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ نماز کسوف ادا فرمائی اور خطبے میں اس غلط فہمی کی اصلاح فرمائی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیاں ہیں، یہ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، لہٰذا جب تم یہ منظر دیکھو تو اللہ کے ذکر، دعا اور نماز کی طرف رجوع کرو۔ یہ واقعہ صحیح بخاری کی کتاب الکسوف سمیت کئی کتب میں تفصیل سے منقول ہے اور اس سے اسلام کی توحید خالص کی جھلک بھی ملتی ہے کہ فلکی مظاہر کو شخصیات سے نہیں جوڑا جاتا بلکہ ان سے اللہ کی قدرت کا عبرت آموز سبق لیا جاتا ہے۔

نمازِ کسوف کا طریقہ

احادیث کی روشنی میں نماز کسوف کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ گرہن شروع ہوتے ہی مسجد میں جماعت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی جائے۔ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات کا مفہوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز اس کیفیت سے پڑھی کہ ہر رکعت میں قیام اور قراءت لمبی کی گئی، رکوع بھی لمبا ہوا، پھر قیام میں دوبارہ لمبی قراءت ہوئی اور دوسرا رکوع ہوا جو پہلے سے کچھ کم تھا، پھر سجدے کیے گئے؛ دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی گئی۔ اسی لیے جمہور فقہاء کے نزدیک نماز کسوف کی ہر رکعت میں دو رکوع ہوتے ہیں، جبکہ بعض اہل علم نے عام نماز کی طرح ایک رکوع والی روایات کو اختیار کیا ہے؛ جامع ترمذی نے دونوں طرح کی روایات کا ذکر کیا ہے۔ نماز کے بعد آپ نے خطبہ دیا، لوگوں کو اللہ کی نشانیوں پر غور کی ترغیب دی اور صدقے کا حکم فرمایا۔ خسوف یعنی چاند گرہن کی نماز بھی اسی طرز پر ہے، البتہ اس کی جماعت و کیفیت میں بھی فقہی تفصیل موجود ہے۔

نمازِ کسوف کے اہم احکام و آداب

نماز کسوف کے احکام کو مختصراً اس طرح سمجھا جا سکتا ہے: اول، یہ نماز سنت ہے، چنانچہ گرہن کے وقت اس کا اہتمام کیا جائے۔ دوم، اس کے لیے اذان و اقامت نہیں بلکہ نماز کے لیے اجتماع کی منادی کا اعلان کیا جاتا ہے، جیسا کہ روایات میں الصلاۃ جامعۃ کے الفاظ سے پکارنے کا ذکر آتا ہے۔ سوم، نماز کا وقت گرہن شروع ہونے سے اس کے ختم ہونے تک ہے؛ اگر نماز مکمل ہونے سے پہلے گرہن ختم ہو جائے تو نماز ہلکی کر کے مکمل کی جائے۔ چہارم، نماز کے ساتھ ساتھ دعا، استغفار، ذکر اور صدقہ ان گھڑیوں کے خاص اعمال ہیں، کیونکہ حدیث میں گرہن کو اللہ کی طرف سے بندوں کو ڈرانے کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ پنجم، گرہن کے اوقات میں عام دنیوی مصروفیات میں غافل رہنے کے بجائے عبادت کا اہتمام ایمان کی علامت ہے، مگر اس موقع کو رسمی جشن یا تماشے میں بدلنا بھی سنت کے خلاف ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ گرہن کے سائنسی اسباب جاننا شرعی حکم سے متصادم نہیں، کیونکہ سبب ظاہری کچھ بھی ہو، عبادت کا یہ موقع مسلمان کے لیے رجوع الی اللہ ہی کا پیام دیتا ہے۔



شکل 1: نمازِ کسوف کی ترکیب — فی رکعت دو رکوع والی مشہور روایت کے مطابق

نمازِ استسقاء: مفہوم اور موقع

استسقاء کے معنی پانی طلب کرنا ہے اور نماز استسقاء سے مراد وہ خاص نماز اور دعا ہے جو قحط اور بارش کی قلت کے وقت بارش مانگنے کے لیے ادا کی جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مدینہ منورہ میں قحط کے مواقع پر آپ نے مختلف صورتوں میں استسقاء فرمایا: کبھی جمعہ کے خطبے کے دوران منبر سے دعا فرمائی، جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی معروف روایت میں ایک دیہاتی کی درخواست پر دعا کا ذکر آتا ہے جس کے بعد مسلسل بارش ہوئی، اور کبھی عید گاہ جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور خطبہ دیا۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء کا اصل مقصود اللہ کے حضور اجتماعی گریہ وزاری ہے، نماز اس کا ایک نمایاں ذریعہ ہے اور دعا اس کی روح ہے۔ جامع ترمذی کے ابواب الصلاۃ میں استسقاء کا مستقل باب موجود ہے جس میں نماز، خطبہ، چادر پلٹنے اور دعا کے آداب کی روایات جمع کی گئی ہیں۔

نمازِ استسقاء کا طریقہ اور اس کے آداب

جمہور فقہاء کے نزدیک نماز استسقاء کا طریقہ یہ ہے کہ امام لوگوں کو لے کر شہر سے باہر کھلی جگہ جائے، عاجزی اور سادہ لباس میں نکلے، کیونکہ ایک روایت کا مفہوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے لیے متواضع حالت میں نکلے تھے۔ پھر عید کی نماز کی طرح دو رکعت نماز پڑھی جائے، اس کے بعد امام خطبہ دے جس میں توبہ و استغفار کی تلقین ہو، پھر قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ بلند کر کے بارش کی دعا کی جائے۔ اس موقع کی خاص سنت چادر پلٹنا ہے، یعنی امام اپنی چادر کو الٹ دے، جسے بارش کی تبدیلی کی نیک تمنا اور فال نیک کے طور پر اہل علم نے بیان کیا ہے۔ دعا میں مرحمت بھری مسنون دعائیں پڑھی جائیں جن کا مفہوم اللہ سے مفید، برسنے والی اور نفع بخش بارش مانگنا ہے۔ اگر ایک دن بارش نہ ہو تو دوسرے اور تیسرے دن بھی یہ عمل دہرایا جا سکتا ہے۔ استسقاء کے موقع پر روزہ رکھنا، صدقہ کرنا، لوگوں کے حقوق ادا کرنا اور آپس کی رنجشیں ختم کرنا بھی اس کے آداب میں شمار ہوتا ہے، کیونکہ اجتماعی توبہ اس نماز کی اصل تیاری ہے۔

جدول 1: نمازِ کسوف اور نمازِ استسقاء کا موازنہ

پہلو	نمازِ کسوف	نمازِ استسقاء
موقع	سورج یا چاند گرہن	قحط و بارش کی قلت
مقام	مسجد میں جماعت	عموماً شہر سے باہر کھلی جگہ
رکعات و کیفیت	دو رکعت لمبی قراءت، فی رکعت دو رکوع (جمہور کے نزدیک)	دو رکعت عید کی طرح، خطبہ و دعا کے ساتھ
خاص اعمال	ذکر، دعا، استغفار، صدقہ	توبہ، دعا میں ہاتھ اٹھانا، چادر پلٹنا
اذان و اقامت	نہیں — الصلاۃ جامعۃ کی منادی	نہیں (فقہی تفصیل کے ساتھ)

خلاصہ

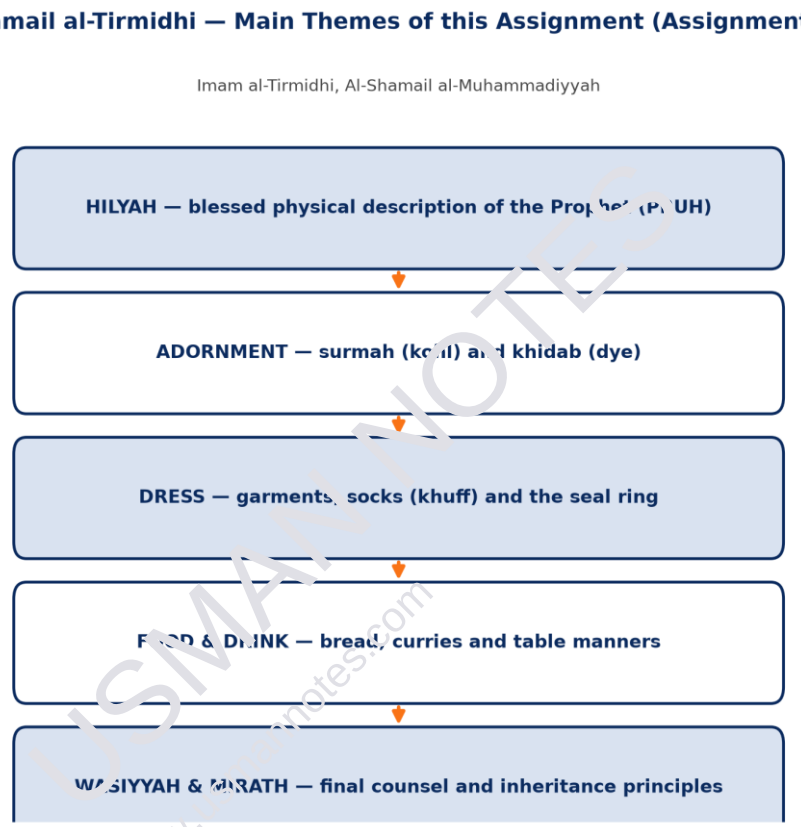
مختصر یہ کہ نماز کسوف اور نماز استسقاء دونوں سنت نبوی سے ثابت شدہ اجتماعی عبادات ہیں جو انسان کو کائناتی مظاہر اور موسمی حالات میں بھی خالق کی طرف متوجہ رکھتی ہیں۔ کسوف کی نماز خوف و خشیت اور صدقے کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، اور استسقاء کی نماز توبہ و عاجزی کے ساتھ بارش طلب کرنے کا وسیلہ ہے۔ ان سنتوں کا احیاء مساجد اور بستیوں کو اجتماعی عبادت سے جوڑتا ہے اور دلوں میں یہ شعور بیدار کرتا ہے کہ ہر نفع و نقصان اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ عملی صورت پیش آنے پر ان نمازوں کا اہتمام مقامی علماء کی رہنمائی میں سنت کے مطابق کیا جائے۔

سوال نمبر2: حلیہ مبارک اور سرمہ وخضاب کا استعمال (20 نمبر)

سوال نمبر2: احادیث مبارکہ کی روشنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک اور سرمہ وخضاب کے استعمال کا مریتحریر کریں۔(20)

تعارف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو امت کے لیے نمونہ ہے، اور آپ کے ظاہری اوصاف یعنی حلیہ مبارک کا بیان اسی محبت و اتباع کا ایک حسین باب ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے شمائل ترمذی نامی مستقل کتاب اسی مقصد کے لیے تصنیف فرمائی جس کا آغاز ہی آپ کے حلیے کے بیان سے ہوتا ہے۔ صحابہ کرام نے آپ کی صورت و شکل کو اس تفصیل و محبت سے محفوظ کیا کہ پڑھنے والا سینکڑوں سال بعد بھی دل کی آنکھ سے جھلک دیکھ لیتا ہے۔ اس جواب میں شمائل اور احادیث کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک، پھر آپ کے سرمہ استعمال کرنے کا طریقہ اور خضاب کے بارے میں آپ کے عمل و پسندیدگی کو بیان کیا جائے گا، تاکہ طالب علم یہ سمجھ سکے کہ حلیے کا علم صرف معلومات نہیں بلکہ محبت نبوی کو تازہ کرنے کا ذریعہ ہے۔



شکل 2: شمائل ترمذی کے مرکزی موضوعات — اس اسائنمنٹ کے سوالات کی روشنی میں

حلیہ مبارک: قد، رنگ اور چہرہ مبارک

شمائل ترمذی کے پہلے باب میں مروی روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ چھوٹے قد کے، بلکہ میانہ قد مگر ایسا پرکشش تناسب کہ مجمع میں سب سے نمایاں نظر آتے۔ آپ کی رنگت روشن گندمی اور نورانی تھی، ایسی سفید بھی نہیں کہ آنکھ کو کھٹکے اور ایسی سانولی بھی نہیں کہ سفیدی کا رنگ چھپ جائے۔ چہرہ مبارک بیضوی گولائی لیے ہوئے روشن تھا، صحابہ نے اس کی روشنی کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی ہے۔ پیشانی کشادہ، سر مبارک مناسب بڑا اور رخسار نرم تھے۔ آپ کی آنکھیں مبارک بڑی اور سیاہ تھیں، پلکیں لمبی اور سفیدی میں ہلکی سی سرخی کی جھلک تھی جسے احادیث میں حسن کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ ابرو باریک، کنج اور ہلکے سے خم دار تھے، درمیان میں فاصلہ تھا لیکن دیکھنے میں ملے ہوئے محسوس ہوتے۔ ناک مبارک متناسب لمبی اور بلند تھی، منہ مبارک مناسب کشادہ، دانت سفید، چمک دار اور ہلکے سے فاصلوں

والے تھے، اور مسکرانے میں وہ بجلی کی چمک کی مانند جھلکتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حکیم خاندان سے مروی ہند بن ابی ہالہ کی طویل روایت اس حلیے کی سب سے جامع تفصیل پیش کرتی ہے جو شمائل میں موجود ہے۔

حلیہ مبارک: بال، داڑھی اور جسم مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ سخت گھنگریالے، ان میں ہلکی سی لہر تھی۔ بالوں کی لمبائی موقع کے اعتبار سے مختلف رہی: کبھی کانوں کی لو تک، کبھی کندھوں کے قریب اور کبھی درمیان میں؛ آپ مانگ درمیان سے نکالتے تھے۔ سر اور داڑھی کے بال گھنے تھے، اور بڑھاپے میں بھی سفید بال بہت کم تھے؛ شمائل کی روایات کا مفہوم ہے کہ سر اور داڑھی میں سفید بالوں کی تعداد بیس کے قریب شمار کی جا سکتی تھی۔ داڑھی مبارک گھنی تھی اور اس کی دیکھ بھال کا اہتمام بھی روایات میں آتا ہے۔ جسم مبارک متناسب اور مضبوط تھا: سینہ کشادہ، کندھے چوڑے، جوڑ مضبوط، ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت اور نرم، ہتھیلی و نرمی کو ریشم و ململ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر کا ذکر آتا ہے۔ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی جو کبوتر کے انڈے کے برابر ابھری ہوئی نشانی تھی، اور اسی کو اہل کتاب بھی علامت نبوت کے طور پر پہچانتے تھے۔ چلنے کا انداز یہ تھا کہ جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں، قدم پورے رکھتے، نگاہیں نیچی رکھتے اور راستے میں سب سے پہلے سلام فرمایا کرتے تھے۔

جدول 2: حلیہ مبارک کی نمایاں خصوصیات (شمائل ترمذی کی روشنی میں)

وصف	عضو / پہلو
میانہ قد، مضبوط و متناسب جسم، مجمع میں نمایاں	قد و قامت
روشن گندمی رنگت، چودھویں کے چاند جیسی روشنی، کشادہ پیشانی	رنگ و چہرہ
بڑی سیاہ آنکھیں، لمبی پلکیں، باریک خم دار ابرو	آنکھیں و ابرو

ہلکی لہر والے بال، گھنی داڑھی، سفید بال بہت کم	بال و داڑھی
کندھوں کے درمیان مہر نبوت	خاص نشانی
سیدھی نگاہ، نرم گفتگو، مسکراہٹ والا تبسم	چلنا و گفتار

سرمے کا استعمال: طریقہ و احکام

سرمہ لگانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور شمائل ترمذی میں اس کے لیے مستقل باب قائم کیا گیا ہے۔ روایات کا مفہوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اثمد سرمہ استعمال فرماتے تھے اور سونے سے پہلے ہر آنکھ میں تین سلائی لگاتے تھے۔ اثمد خالص سرمے کو کہا جاتا ہے اور بعض روایات میں اس کی یہ خاصیت ذکر ہوئی ہے کہ وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اگاتا ہے، یوں اس عمل کو اظہار زینت کے ساتھ ساتھ احادیث کی بیان کردہ فطری فوائد کا ذریعہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ سرمہ دانی آپ کے سامان میں شامل تھی اور سفر میں بھی ساتھ رہنے والی چیزوں میں سرمہ دانی، کنگھی، مسواک وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ تعداد میں طاق کا اہتمام بھی بعض روایات سے ظاہر ہے کہ ہر آنکھ میں تین بار سلائی پھیری جائے۔ مردوں کے لیے سرمہ سنت کے طور پر لگانا جائز اور باعث ثواب ہے، البتہ مقصد زینت کی نمائش نہیں بلکہ اتباع سنت ہے۔ عصر حاضر میں سرمے کے انتخاب میں بھی یہ احتیاط سنت کے مزاج سے مطابق ہے کہ خالص اور محفوظ سرمہ استعمال کیا جائے اور مضر اجزاء والے مصنوعی سرمے سے بچا جائے، کیونکہ آنکھ نازک عضو ہے۔

خضاب کا استعمال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا عمل

خضاب سے مراد بالوں کو مہندی یا کتم وغیرہ سے رنگنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے بالوں میں سفیدی بہت کم تھی، اس لیے آپ کے باقاعدہ خضاب کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے: بعض صحابہ نے آپ کے بالوں میں سرخی کی جھلک دیکھی بیان کی اور بعض نے کہا کہ سفیدی اتنی کم تھی کہ خضاب کی حاجت ہی پیش نہ آئی؛ شمائل ترمذی نے اس بحث کی روایات جمع کر دی ہیں اور اہل علم نے ان میں تطبیق دی ہے کہ خوشبودار تیل وغیرہ کے استعمال سے جھلک پیدا ہوتی تھی یا کسی موقع پر ہلکا استعمال ثابت ہے۔ البتہ بعض صحابہ کرام کے خضاب کا عمل واضح اور مشہور ہے: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مہندی اور کتم سے خضاب کرتے تھے، بعض صحابہ صرف مہندی

استعمال کرتے تھے اور یہ عمل سنت واحادیث کی ترغیب کے مطابق سمجھا گیا۔ ایک روایت کا مفہوم ہے کہ سفید بالوں کو بدل دیا جائے یعنی خضاب استعمال کیا جائے، کیونکہ سفید بال مسلمان کے لیے نور ہیں اور ان کا اکرام مطلوب ہے۔ سیاہ خضاب کے حکم میں فقہاء کے درمیان تفصیلی بحث موجود ہے اور اس مسئلے میں رائے کا اختلاف نقل کیا جاتا ہے؛ طالب علم کے لیے طریقہ یہ ہے کہ وہ اصول جانے اور کسی عملی مجبوری یا اختلاف کی صورت میں مستند علماء سے پوچھ کر عمل کرے۔ یہ بھی یاد رہے کہ خضاب محض رنگ نہیں بلکہ بڑھاپے کا وقار اور سنت سے وابستگی کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

خلاصہ

حاصل کلام یہ ہے کہ حلیہ مبارک کا بیان شمائل ترمذی کا افتتاحی اور بنیادی باب ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرکشش، متناسب اور نورانی صورت سامنے آتی ہے، اور سرمہ وخضاب وہ روزمرہ سنتیں ہیں جن سے مومن اپنی زندگی میں اتباع کا رنگ بھر سکتا ہے۔ ان موضوعات کا مطالعہ طالب علم کو یہ سبق دیتا ہے کہ اسلام خوبصورتی، صفائی اور وقار کو شریعت کے دائرے میں پسند کرتا ہے، اور ہر عمل میں نیت کا اتباع سنت ہونا اصل حاصل ہے۔

سوال نمبر 3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس، موزے اور انگشتری (20 نمبر)

سوال نمبر 3: احادیث کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس، موزے اور انگشتری سے متعلق مضمون لکھیں۔ (20)

تعارف

لباس انسان کی شخصیت، عفت اور معاشرتی وقار کا آئینہ ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس سادگی، صفائی اور شائستگی کا عجیب امتزاج تھا: نعمتیں میسر ہونے کے باوجود آپ نے زیب وزینت میں تکلف نہیں فرمایا اور جو میسر آتا پہن لیتے، مگر اس کی صفائی اور موزونیت کا پورا اہتمام فرماتے۔ شمائل ترمذی میں لباس کے لیے مستقل ابواب موجود

ہیں جن میں قمیض، چادر، عمامہ، موزے اور انگشتری کی روایات جمع ہیں۔ اس مضمون میں پہلے آپ کے لباس کی اقسام اور آداب، پھر موزوں کے استعمال اور مسح کے احکام کا تعارف، اور آخر میں انگشتری مبارک کی تاریخ و تفصیل بیان کی جائے گی، تاکہ سنت لباس کا ایک مکمل تصور سامنے آئے۔

لباس مبارک کی اقسام

روایات کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کے لباس کی یہ صورت ملتی ہیں: قمیض آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھی، جس کی آستینیں کلائیوں تک ہوتی تھیں اور یہ جسم کو ڈھانپنے میں سب سے مکمل لباس سمجھا جاتا ہے، اسی لیے شمائل میں اس کا ذکر سب سے پہلے آتا ہے۔ ازار یعنی تہبند نصف ساق تک باندھا جاتا تھا اور چادر اوڑھنے کا معمول تھا؛ یمنی منقش چادر جسے حبرہ کہا جاتا ہے آپ کو خصوصیت سے پسند تھی۔ عمامہ آپ کے لباس کا اہم حصہ تھا، جس کا شملہ کبھی ایک طرف اور کبھی دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑا جاتا اور عمامے کے نیچے ٹوپی پہنی جاتی تھی۔ سردی میں جبہ اور اونی ملبوسات بھی روایات میں آتے ہیں۔ علما میں سفید لباس کو افضل قرار دیا گیا اور اسے پہننے کی ترغیب دی گئی، سبز رنگ کا استعمال بھی ثابت ہے، سرخ منقش چادر کا استعمال بھی روایات میں آیا ہے اور خالص سرخ کے بارے میں فقہی بحث الگ ہے۔ ریشم کا لباس مردوں کے لیے ممنوع ہے اور احادیث میں اس کی ممانعت صراحت سے آئی ہے، البتہ آپ نے بعض مواقع پر ریشمی کنارے والی چادر یا ضرورت و بیماری کے موقع پر کسی کے لیے رخصت کا ذکر ملتا ہے، جس کی تفصیل فقہ کی ہے۔

لباس کے آداب و اصولِ سنت

لباس کے بارے میں سنت کے چند اصول بہت اہم ہیں۔ پہلا اصول ستر اور اعتدال ہے: لباس جسم کو چھپائے، نہ اس قدر تنگ ہو کہ اعضاء نمایاں ہوں اور نہ غیر ضروری لمبا کہ ٹخنوں سے نیچے تکبر کی صورت بن جائے؛ ٹخنوں تک کا حصہ ڈھانپنے اور ازار کو ٹخنے سے اوپر رکھنے کی تاکید احادیث میں مشہور ہے۔ دوسرا اصول صفائی ہے: آپ سفید اور صاف لباس پسند فرماتے، جمعہ کے لیے خاص اہتمام کی ترغیب دیتے اور پھٹے ہوئے لباس کو پیوند لگا کر استعمال کر لینے میں کوئی عار نہ سمجھتے۔ تیسرا اصول داہنے سے آغاز ہے: قمیض پہنتے تو دائیں آستین سے شروع کرتے اور یہ قاعدہ جوتا پہننے اور کنگھی کرنے میں بھی ملحوظ تھا۔ چوتھا اصول شکر اور دعا ہے: نیا لباس پہننے کی مسنون دعا روایات میں آئی ہے

جس میں اللہ کا شکر اور خیر کی دعا ہے، اور آپ بعض اوقات نئے کپڑے کا نام لے کر دعا فرماتے تھے۔ پانچواں اصول تکبر سے پرہیز ہے: حدیث میں کبر کی تعریف حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا بتائی گئی، اور خوش پوشی اللہ کی نعمت کے اظہار کے طور پر پسندیدہ قرار پائی بشرطیکہ اسراف اور فخر سے خالی ہو۔

موزے اور خفین پر مسح کی سنت

موزے سے مراد وہ چمڑے کے موزے ہیں جنہیں خف کہا جاتا ہے اور عربی معاشرے میں سفر و حضر میں استعمال ہوتے تھے۔ شمائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے پہننے کا ذکر آتا ہے اور فقہی کتابوں میں اس سے وہ عظیم رخصت ثابت ہوتی ہے جسے مسح علی الخفین کہا جاتا ہے۔ احادیث کا مفہوم ہے کہ جب موزے طہارت کی حالت میں پہنے جائیں تو وضو میں پاؤں دھونے کے بجائے موزوں کے اوپر مسح کیا جا سکتا ہے؛ مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں مدت مقرر ہے، اور یہ مدت پہلے مسح سے شروع ہوتی ہے۔ اس رخصت کی حکمت سردی، سفر اور پانی کی دشواری میں آسانی پیدا کرنا ہے اور اس پر امت کا عملی تواتر ہے، اس لیے اسے فقہ کی متواتر عملی سنتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ عام جرابوں پر مسح کا مسئلہ فقہی اجتہاد سے متعلق ہے جس میں اہل علم کی مختلف آراء ملتی ہیں، اس لیے اس مسئلے میں طالب علم کو مقامی مستند علماء کی رہنمائی پر عمل کرنا چاہیے۔

انگشتری مبارک: نقش، استعمال اور تاریخ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری چاندی کی تھی۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ جب آپ نے بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو بتایا گیا کہ وہ بغیر مہر کے خط قبول نہیں کرتے، چنانچہ چاندی کی انگشتری بنوائی گئی جسے مہر کے طور پر استعمال کیا جاتا۔ نگینہ بھی چاندی کا تھا اور اس پر تین سطروں میں نقش کندہ تھا جن کا مفہوم و ترتیب یوں تھی کہ سب سے اوپر اللہ، درمیان میں رسول اور نیچے محمد، یعنی پڑھنے میں محمد رسول اللہ بنتا ہے۔ انگشتری کس ہاتھ اور کس انگلی میں پہنی جاتی، اس میں روایات متعدد ہیں: دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہننے کا ذکر زیادہ مشہور ہے اور بعض روایات میں بائیں ہاتھ کا بھی ذکر آتا ہے، نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھا جاتا تھا۔ وفات کے بعد یہ انگشتری حضرت ابو بکر، پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پاس رہی اور حضرت عثمان کے دور میں اریس نامی کنویں میں گر گئی جسے بہت تلاش کے باوجود نہ پایا جا سکا؛ یہ واقعہ سیرت و تاریخ میں مشہور

ہے۔ مردوں کے لیے سونے کی انگشتری صراحتاً ممنوع ہے، اس لیے احادیث میں ایک صحابی کے ہاتھ میں سونے کی انگشتری دیکھ کر آپ نے اسے اتارنے کا اشارہ فرمایا۔

خواتین کے زیور کے احکام اس بحث سے الگ ہیں۔

جدول 3: لباس مبارک کے اہم اجزاء اور ان کی خصوصیات

جزءِ لباس	خصوصیت / سنت کا نقطہ
قمیض	سب سے محبوب لباس، آستین کلائی تک، جسم کی مکمل پوشیدگی
ازار و چادر	ازار نصف ساق تک، یمنی منقش چادر (حبرہ) پسندیدہ
عمامہ و ٹوپی	عمامہ شملے کے ساتھ، نیچے ٹوپی کا استعمال
رنگ	سفید افضل و مرغوب، سبز و منقش سرخ بھی ثابت
موزے (خف)	طہارت پر پہننے کے بعد مقررہ مدت تک مسح کی رخصت
انگشتری	چاندی، نقش محمد رسول اللہ، خطوط پر مہر کا استعمال

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ لباس نبوی سادگی، صفائی اور وقار کا نمونہ تھا جس میں قمیض، چادر، عمامہ اور موزے ضرورت و موقع کے مطابق استعمال ہوتے اور انگشتری ضرورت نبوت و دعوتی مقصد یعنی مہر کے لیے بنائی گئی۔ آج کے طالب علم کے لیے ان مباحث سے دو سبق ملتے ہیں: ایک یہ کہ ظاہری زندگی میں بھی سنت کی پیروی ممکن اور باعث برکت ہے، اور دوسرا یہ کہ ہر دور کی ضروریات اور مقامی عرف کو، جہاں شرعی حد نہ ٹوٹتی ہو، سنت کے مزاج کے مطابق برتا جا سکتا ہے۔ اختلافی جزئیات میں مستند علماء کی طرف رجوع ہی محفوظ راستہ ہے۔

سوال نمبر 4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا پینا، سالن اور روٹی (20 نمبر)

سوال نمبر 4: احادیث نبوی کی روشنی میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے، عمومی سالن اور روٹی پر مضمون لکھیں۔ (20)

تعارف

غذا انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ضرورت کو بھی عبادت و شکر کا رنگ دے دیتی ہے۔ آپ کا دسترخوان سادگی کی اعلیٰ مثال تھا: گھر کی عام میسر چیزوں پر قناعت، شکر کی کیفیت اور اللہ کی نعمت کا احترام آپ کے کھانے پینے کی پہچان تھی۔ شمائل ترمذی میں آپ کے کھانے، روٹی، سالن، پھل اور مشروبات کے لیے متعدد ابواب موجود ہیں، جن سے ایک مکمل تصویر سامنے آتی ہے۔ اس مضمون میں پہلے روٹی کا بیان ہو گا، پھر عمومی سالن اور پسندیدہ غذاؤں کا، اس کے بعد پینے کے آداب اور آخر میں آپ کے فقر و زہد اور اس کے اسباق کا جائزہ لیا جائے گا، تاکہ طالب علم اسے محض تاریخی معلومات کے طور پر نہیں بلکہ عملی نمونے کے طور پر سمجھے۔

روٹی: جو کی روٹی اور اس کی سادگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں عموماً جو کی روٹی استعمال ہوتی تھی، کیونکہ مدینہ منورہ میں جو سستا اور عام اناج تھا۔ شمائل کی روایات کا مفہوم ہے کہ وفات تک اہل بیت نے کبھی دو دن مسلسل جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، اور گندم کا آٹا چھان کر میدہ الگ کرنے کا اہتمام بھی اس زمانے میں آپ کے گھر میں نہ تھا؛ روٹی موٹے آٹے ہی سے پکتی تھی جو اس دور کے حساب سے عام آدمی کا کھانا تھا۔ ایک روایت میں چھلنی کے بارے میں آیا ہے کہ امت میں چھلنی آپ کے بعد رائج ہوئی، جس سے اس عہد کی سادہ خوراکی زندگی کی جھلک ملتی ہے۔ اس کے باوجود جب کوئی مہمان یا دعوت کا موقع ہوتا تو جو میسر ہوتا اخلاص سے پیش کیا جاتا اور دعوت میں ثرید یعنی روٹی کے ٹکڑے شوربے میں بھگو کر تیار کردہ کھانا تناول فرمانے کا بھی ذکر آتا ہے، بلکہ ثرید کی فضیلت دیگر کھانوں پر اس تشبیہ سے بیان ہوئی ہے جس سے اہل علم نے اس کی برتری مراد لی ہے۔ ان روایات سے سبق ملتا ہے کہ روٹی جیسی بنیادی غذا میں بھی آپ کی زندگی فضول خرچی سے پاک اور شکر سے بھری ہوئی تھی۔

عمومی سالن اور پسندیدہ غذائیں

سالن سے مراد وہ چیز ہے جو روٹی کے ساتھ کھائی جائے، عربی میں اسے ادام کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومی سالن کی تصویر بہت سادہ ہے: سرکہ ایک معروف روایت میں اچھا سالن قرار پایا ہے اور اس گھر کی برکت کی علامت بیان ہوا ہے جس میں سرکہ موجود ہو۔ زیتون کا تیل بھی سالن کے طور پر استعمال ہوتا، کدو یعنی لوکی آپ کو بہت پسند تھی اور دسترخوان پر اس کے ٹکڑے چن کر تناول فرمانے کا عمل حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ گوشت میں دستی کا گوشت پسند تھا، بازو کا گوشت مہمانوں کی موجودگی میں کاٹ کر پیش کرنے کے واقعات آئے ہیں۔ میٹھی چیزوں میں شہد اور حلوہ پسند تھا، دودھ کو غذا بھی سمجھا گیا اور مشروب بھی، اور دودھ پلانے والے کے لیے برکت کی دعا بھی روایات میں موجود ہے۔ کھجور مدینہ کی بنیادی غذا تھی، کبھی صرف کھجور اور پانی پر اکتفا کرنا پڑتا تھا۔ بعض پھلوں کا بھی ذکر ہے: خربوزہ اور تربوز کھجور کے ساتھ کھانے کا عمل آیا ہے، ککڑی کھجور کے ساتھ تناول فرمانا بھی منقول ہے، اور انگور و انار جیسی نعمتیں بھی حسبِ دستیاب میسر رہیں۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ پسند و ناپسند میں اعتدال تھا، کھانے میں عیب کبھی نہیں نکالا گیا: پسند آتا تو کھا لیا، نہ آتا تو چھوڑ دیا، یہی سنت کا جامع اصول ہے۔

جدول 4: دسترخوانِ نبوی کی نمایاں اشیاء اور آداب کا خلاصہ

پہلو	تفصیل
روٹی	عموماً جو کی روٹی، بے چھنا آٹا، کبھی گندم و ثرید
سالن	سرکہ، زیتون کا تیل، کدو، گوشت (دستی)، دال و شوربہ
پسندیدہ	شہد و حلوہ، کدو، دودھ، کھجور
پھل	تربوز و خربوزہ کھجور کے ساتھ، ککڑی کھجور کے ساتھ
آداب	بسم اللہ، دائیں ہاتھ، اپنے سامنے سے کھانا، عیب نہ نکالنا، آخر میں شکر کی دعا

پینے کے احکام و آداب

پینے کے آداب میں بھی سنت کا مکمل نظام موجود ہے۔ روایات کا مفہوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی بیٹھ کر اور تین سانس میں پیتے تھے، برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرماتے تھے، اور پینے کی ابتدا میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ کا اہتمام ہوتا تھا۔ دائیں طرف والے کو پہلے پلانے کا اصول بھی سنت ہے کہ پلانے والا دائیں سے آغاز کرے، اور ساقی سب سے آخر میں پیتا ہے یہ اصول بھی مجالس کے آداب میں بیان ہوا ہے۔ زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینے کی روایت بھی موجود ہے جس کی بنا پر علماء نے بیٹھ کر پینے کو اصل اور کسی موقع کی خاص صورت کو الگ رکھا ہے۔ دودھ کے علاوہ کھجور یا کشمش بھگو کر تیار کیا گیا مشروب بھی ثابت ہے بشرطیکہ اس میں نشہ نہ ہو، اور نشہ آور اشیاء کی حرمت تو قرآن و سنت کا قطعی حکم ہے۔ بارش کا پانی، ٹھنڈا پانی اور میٹھا پانی پسند فرمانے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ان آداب کی حکمت صحت، شائستگی اور شکر تینوں کو جمع کرتی ہے اور جدید طبی تحقیق بھی تین سانس میں آہستہ پینے جیسی عادات کی تائید کا مواد فراہم کرتی ہے، البتہ اصل دلیل سنت ہی ہے۔

زہد، قناعت اور دستر خوان کے اسباق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان کی سب سے نمایاں خصوصیت زہد و قناعت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت کا مفہوم ہے کہ بعض اوقات مہینہ گزر جاتا اور گھروں میں چولہا نہ جلتا، گزر بسر کھجور اور پانی پر ہوتی تھی، اور یہ فقر اختیاری تھا کیونکہ فتوحات کے بعد وسائل میسر تھے مگر آپ نے اپنا حصہ دوسروں پر خرچ کر دیا۔ میز کرسی یا اونچے دستر خوان کا اہتمام نہ تھا، چمڑے کے سادہ دستر خوان جسے سفرہ کہتے ہیں پر کھانا رکھا جاتا اور زمین پر بیٹھ کر کھایا جاتا۔ کھانے میں لوگوں کو شریک کرنا آپ کی عادت تھی، مل کر کھانے میں برکت کی بشارت دی گئی ہے اور اکیلے کھانے کی عادت کو اچھا نہیں سمجھا گیا۔ ان اسباق کا آج کے دور میں اطلاق یہ ہے کہ کھانے کی ضیاع سے بچا جائے، سادہ غذا کو عیب نہ سمجھا جائے، دستر خوان کو خاندان کے مل بیٹھنے کا ذریعہ بنایا جائے اور اللہ کی نعمت کا شکر زبان و عمل دونوں سے ادا کیا جائے۔ یہ بات بھی نمایاں ہے کہ آپ نے پیٹ کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کی تعلیم دی یعنی ایک حصہ کھانا، ایک پانی اور ایک سانس، جسے اہل علم نے اعتدال فی الاکل کا اصول بنا کر پیش کیا ہے۔

خلاصہ

مختصر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا پینا سادگی، شکر اور اعتدال کا حسین مجموعہ تھا: جو کی سادہ روٹی، سرکہ و کدو جیسا معمولی سالن، دودھ و کھجور جیسی قدرتی غذائیں اور پینے و کھانے کے شائستہ آداب۔ شمائل ترمذی کے ابواب کا مطالعہ طالب علم کو سکھاتا ہے کہ سنت صرف عبادات کے مخصوص اعمال کا نام نہیں بلکہ روزمرہ زندگی کے ہر گوشے کو اللہ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کا نام ہے، اور دستر خوان اس کی سب سے قابل تقلید جھلک ہے۔

سوال نمبر5: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور میراث کے شرعی احکام (20 نمبر)

سوال نمبر5: احادیث مبارکہ کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور میراث کے شرعی احکام واضح کریں۔ (20)

تعارف

وصیت اور میراث وہ دو موضوعات ہیں جن سے ہر مسلمان کی زندگی کے آخری معاملات جڑے ہوئے ہیں۔ وصیت انسان کو یہ موقع دیتی ہے کہ وہ اپنے بعد کے معاملات شریعت کے دائرے میں منظم کر جائے، اور میراث کا نظام اس بات کی ضمانت ہے کہ متوفی کا مال وارثوں میں عدل سے تقسیم ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موضوع پر خاص توجہ دی: ایک طرف اپنی زندگی کے آخری ایام میں امت کو اہم وصیتیں فرمائیں اور دوسری طرف یہ واضح فرما دیا کہ انبیاء کی میراث عام مال کی طرح تقسیم نہیں ہوتی۔ جامع ترمذی میں میراث کے ابواب یعنی ابواب الفرائض اور موت و وصیت سے متعلق روایات اسی مقصد کے لیے جمع کی گئی ہیں۔ اس جواب میں پہلے وصیت کا عمومی شرعی تصور اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیتیں، پھر میراث کے عمومی اصول، اور آخر میں آپ کی میراث کے خاص احکام بیان کیے جائیں گے۔

وصیت کا مفہوم اور اس کا شرعی حکم

وصیت کے معنی کسی کو تاکید سے کہنا یا مرنے کے بعد کسی کام کا انتظام سونپنا ہے۔ شرعی اصطلاح میں وصیت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مال میں سے مرنے کے بعد کسی نیکی کے کام یا کسی غیر وارث کے حق میں تصرف کر جائے۔ قرآن مجید میں وصیت کی اہمیت بیان ہوئی ہے اور میراث کی تقسیم سے پہلے وصیت کی ادائیگی اور قرض کی ترتیب بھی قرآن ہی میں مقرر کر دی گئی ہے۔ احادیث میں وصیت کی ترغیب صراحت سے آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا مفہوم ہے کہ جس مسلمان کے پاس وصیت کے قابل کوئی چیز ہو اس کے لیے مناسب نہیں کہ دو راتیں بھی اس طرح گزریں کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ اس حدیث کی بنا پر فقہاء کا موقف ہے کہ حقوق العباد جیسے قرض و امانت سے متعلق وصیت کرنا ضروری عمل ہے جبکہ خالص نیکی کی وصیت مستحب ہے۔ وصیت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان موت کے بعد پیش آنے والے اختلافات کا دروازہ بند کر دیتا ہے، قرض داروں کا حق محفوظ ہو جاتا ہے اور پسماندگان کو واضح رہنمائی مل جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیتیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام میں جن امور کی وصیت فرمائی ان میں نماز کا اہتمام سب سے نمایاں روایات میں آتا ہے: مرض الوفات میں بھی آپ کی زبان مبارک پر نماز کی تاکید اور زیر دست لوگوں یعنی غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت رہی، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کی روایات کا مفہوم ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں بھی آپ نے امت کو کتاب اللہ سے تمسک اختیار کرنے، عورتوں کے حقوق ادا کرنے، خون و مال کی حرمت اور جاہلیت کے تمام رسوم کے خاتمے کی جامع وصیتیں فرمائیں۔ ایک مشہور روایت کا مفہوم ہے کہ آپ نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک اسے تھامے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے، اور بعض روایات میں اہل بیت کے حقوق کی رعایت کا بھی تذکرہ آیا ہے۔ دنیوی مال کے بارے میں آپ کی وصیت کا انداز یہ تھا کہ آپ نے کوئی باغ یا جائداد اپنے لیے نہیں رکھی تھی، حتیٰ کہ جب اہل بیت کی ضروریات کا معاملہ آیا تو آپ نے اپنے مال کو صدقے کے نظام سے جوڑ دیا۔ صحابہ نے آپ کی وصیتوں کو اسی روح کے ساتھ سمجھا کہ اصل وصیت دین کی حفاظت اور امت کی وحدت تھی، نہ کہ دنیوی ورثے کی ترتیب۔

میراث کے عمومی شرعی اصول

میراث یعنی ترکہ متوفی کا وہ مال ہے جو اس کی وفات کے بعد وارثوں میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔ سورۃ النساء میں حصوں کی مکمل تفصیل دی گئی ہے جس میں اولاد، والدین، میاں بیوی اور بہن بھائیوں کے حصے مقرر ہیں۔ ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے کفن دفن کا متوسط خرچ نکالا جائے، پھر متوفی کے قرضے ادا کیے جائیں، پھر اس کی جائز وصیت ایک تہائی کی حد کے اندر پوری کی جائے، اور اس کے بعد باقی مال وارثوں میں تقسیم کیا جائے۔ وصیت کے بارے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت کا مفہوم ہے کہ انہوں نے اپنے سارے یا بڑے حصے مال کی وصیت چاہی تو آپ نے ایک تہائی سے زیادہ کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ایک تہائی بھی زیادہ ہے، کیونکہ وارثوں کو سخی و خوددار چھوڑنا خالی ہاتھ چھوڑنے سے بہتر ہے۔ اسی طرح ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ وارث کے حق میں وصیت نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حصہ خود مقرر کر دیا ہے۔ جامع ترمذی کے ابواب الفرائض میں انہی اصولوں کی روایات اور کچھ خاص خاص حصوں کی تفصیلات موجود ہیں جن سے میراث کا علم ایک مستقل فن بن گیا ہے۔

جدول 5: ترکہ کے حقوق کی شرعی ترتیب اور وصیت کی حد

حق / تفصیل	درجہ
تجہیز و تکفین کا متوسط خرچ	اول
متوفی کے قرضوں کی ادائیگی	دوم
جائز وصیت کی تکمیل — کل مال کے ایک تہائی کی حد تک	سوم
باقی مال کی وارثوں میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم	چہارم
وارث کے حق میں وصیت نہیں؛ انبیاء کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا	اصول

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کے خاص احکام

میراث کے عام قانون سے انبیاء کرام کا معاملہ مستثنیٰ ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی روایت کا مفہوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں بنتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اسی اصول کی بنا پر وفات کے بعد آپ کے ترکہ کی تقسیم عام وارثوں کی طرح نہیں ہوئی؛ ازواج مطہرات کے حجرات ان کے استعمال میں رہے اور دیگر اموال فقراء و مصالح امت کے لیے صدقے کے حکم میں شامل رہے۔ فدک اور دیگر اموال کے معاملے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث کو بنیاد بنایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے متعلق اس تاریخی واقعے کو محدثین و مؤرخین نے تفصیل سے نقل کیا ہے؛ تعلیمی مقصد کے لیے یہاں اتنا سمجھنا کافی ہے کہ اختلافی تاریخی جزئیات میں طالب علم کو سیرت کی مستند کتابوں کا مطالعہ اور اہل علم کی تشریح پر اعتماد کرنا چاہیے اور فرقہ وارانہ بحث سے پرہیز اس موضوع کا ادب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل میراث کے بارے میں ایک اور روایت کا مفہوم یہ ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں انبیاء دینار و درہم ورثے میں نہیں چھوڑتے بلکہ علم چھوڑتے ہیں، جس نے اسے پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔ یہ اصول اس سوال کی روح ہے: نبوی میراث کا مرکز مال نہیں علم و ہدایت ہے۔

عملی اسباق اور احتیاط

ان احکام سے حاصل ہونے والے عملی اسباق یہ ہیں: ہر صاحب مال مسلمان کو اپنی زندگی میں قرضوں کا ریکارڈ رکھنا اور وصیت لکھ لینا چاہیے، کیونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں اور حدیث کی ترغیب اسی طرف ہے۔ وارثوں کو چاہیے کہ ترکہ کی تقسیم میں جلدی اور عدل کریں، خواتین کے شرعی حصے کو رواج کے نام پر روکنا ظلم ہے جس کی اصلاح شریعت کا واضح مقصد ہے۔ وصیت میں ایک تہائی کی حد اور وارث کے حق میں وصیت کی ممانعت کا اصول اختلافات کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ یہ نوٹ نہایت اہم ہے کہ میراث کی عملی تقسیم، حصوں کا حساب اور پیش آمدہ تنازعات کا فیصلہ باقاعدہ علم الفرائض رکھنے والے مستند علماء اور عدالتوں کا کام ہے؛ یہ گائیڈ صرف تعلیمی اصول بیان کرتی ہے، کسی خاص کیس پر اس کا اطلاق نہیں کرتی۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ ان مسائل کو جامع ترمذی کے ابواب الفرائض سے اصل روایات کی روشنی میں پڑھ کر اپنی سمجھ کو اور پختہ کرے۔

خلاصہ

مختصر یہ کہ وصیت مسلمان کی زندگی بھر کی ذمہ داریوں کو مرنے کے بعد بھی منظم رکھنے کا نام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیتیں نماز، کتاب اللہ، حقوق العباد اور امت کی بھلائی پر مرکوز تھیں، اور میراث کا شرعی نظام قرآن و حدیث کے مقررہ حصوں پر کھڑا ہے جبکہ انبیاء کا مال صدقہ قرار پا کر امت کی اجتماعی بھلائی کے لیے وقف ہوتا ہے۔ اس موضوع کی اصل تعلیم یہ ہے کہ مال اہمیت میں دین و علم کے بعد آتا ہے اور آخری معاملات کو شریعت کے مطابق طے کرنا مومن کی زندگی کا حسن اختتام ہے۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com